حقیقتِ توحید

جس کو تمام رسول علیہم السلام لے کر آئے
اور اس کے متعلق شبہات کا ازالہ

تالیف

ڈاکٹر صالح بن فوزان بن عبداللہ الفوزان حفظہ اللہ

مترجم

ڈاکٹر سمیر عبدالحمید — **ڈاکٹر فضل الٰہی**

نظر ثانی

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

ٹیلیفون: ۴۴۵۴۹۰۰ - ۴۹۱۶۰۶۵، فیکس: ۴۹۷۰۱۲۶

مملکت سعودی عرب

islamhouse.com

1428-2007

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: معالی الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی

چانسلر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی

بعض مسلمان علاقوں اوران کے بعض باشندوں کے دلوں میں جہالت وتقلید یا جاہلانہ تعصب کی وجہ سے جو تباہ کن مذاہب موجود ہیں ان کے خطرات سے سب آگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اگرچہ ایسے لوگ اپنی استعداد اور تعداد کے اعتبار سے قلیل ہیں لیکن ان سے چشم پوشی کرنا ان کے باطل نظریات وعقائد کے انتشار کا سبب بنتا ہے۔ اور یہ بات دعوت اسلامیہ اورمسلمانوں کے لیے انتہائی خطرہ کی ہے۔

لہٰذا ساری امت اسلامیہ پر واجب ہے کہ ان گروہوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے، ان کی گمراہی کو آشکارا کرے، ان کے عقائد کی خرابی بیان کرے اور ان کے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے

برعکس اور مخالف ہونے کو بیان کرے۔

فاسد عقائد کی نقاب کشائی، اور ان گمراہ فرقوں کا پول کھولنے کے لیے جن کو شیطان نے اندھا کر رکھا ہے، اور جن کے برے اعمال کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا رکھا ہے، اور جن کے لیے جادۂ حق وصواب کو چھوڑنے کی خاطر مختلف حیلے بہانے تراش کر رکھے ہیں، انتہائی ضروری ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے مذہب کی تشریح پیش کی جائے، تمام اسلامی امور کے متعلق ان کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی جائے اور ان کے اس عقیدہ کو بیان کیا جائے جو حق وہدایت کے مطابق ہے۔

جب سے گمراہ فرقے ان یہود ومنافقین کے ہاتھوں پیدا ہوئے جو اسلام کی صورت بگاڑنے اور اندر ہی اندر سے اس کو ختم کرنے کے لیے اس میں داخل ہوئے تبھی سے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر فرما دیے جو ان کا رد کرتے رہے، ان کے باطل ہونے کو واضح کرتے اور یہ ثابت کرتے رہے کہ ان کی باتیں اسلامی عقیدہ اور شریعت کے منافی ہیں۔

اللہ کے فضل وکرم سے آج اسلامی یونیورسٹیوں میں ، اور ان میں سے سرِ فہرست جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ میں بہت سے ایسے اہلِ علم موجود ہیں جو سلف صالحین اہل السنّت والجماعت کے مذہب کو پڑھے لکھے اور دوسرے لوگوں کے لیے پوری شرح وبسط کے ساتھ بیان بھی کر سکتے ہیں اور مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ کرنے کی استعداد بھی رکھتے ہیں تاکہ یہ لٹریچر دنیا کے تمام گوشوں کے مسلمانوں تک پہنچے، وہ اس سے آگاہ ہوں اور وہ اس پر ثابت قدم رہتے ہوئے راہِ حق سے بھٹکے ہوئے افکار ونظریات اور مذاہب سے بچ سکیں۔

شیخ صالح بن فوزان الفوزان نے توحید- جس کو تمام رسول علیہم السلام لے کر آئے- کی حقیقت کے بیان اور اس کے متعلق پیدا کردہ شبہات کے بارے میں جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ہماری یونیورسٹی کی طرف سے کوششوں کا نقطۂ آغاز ہے۔ہم مولائے کریم سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ان کوششوں کو بارآور فرمائے جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے وہ عقائد اور شرائع بیان کیے جائیں جو کہ اسلام کی اساس

ہیں اور اسی غرض کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آسان ومختصر انداز میں الصراط المستقیم (سیدھی راہ) کے عنوان سے کتابچے شائع کیے جائیں۔

جناب مؤلف۔ وفقہ اللہ تعالیٰ۔ نے اپنے اس مفید کتابچہ میں عقیدہ کی اہمیت بیان کرنے پر خصوصی توجہ دی ہے، انہوں نے یہ بات واضح کی ہے کہ عقیدہ امت کی عمارت کی مضبوط بنیاد ہے۔ انہوں نے توحید کی اقسام اور اس کی ہر قسم کے متعلق کافروں کے نقطۂ نظر کو خوب شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ کس طرح پہلی امتیں توحید عبادت سے متعلق شرک میں مبتلا ہوئیں اور اپنے غلط موقف کو ثابت کرنے کے لئے کیا کیا شبہات اٹھائے۔ مؤلف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ پہلی اور موجودہ امتوں میں کیا کیا باتیں مشترک ہیں، پھر ان کے باطل دعوؤں اور شبہات کا تفصیلی رد کیا ہے، کتاب وسنت اور عقلی دلائل سے ان عقائد کی خرابی اور دلائل کے بودے پن کو ثابت کیا ہے۔

علاوہ ازیں فاضل مؤلف نے شفاعت ،اس کی شروط ، اس میں

منظور ہونے والی اور نامنظور ہونے والی سب باتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے، اولیاء وصالحین سے تبرک حاصل کرنے کے موضوع پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے، وسیلہ اوراس کی جائز وناجائز قسموں کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔

جو لوگ کہانی قصوں اور خوابوں پر اعتماد کرتے ہیں اور قبروں پر جانے سے اپنی بعض حاجات کے پورا ہونے سے اپنے شرک کے صحیح ہونے پر استدلال کرتے ہیں، فاضل مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے اپنے اس کتابچہ کا اختتام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اس کوشش کو نفع مند بنادے اور ہم سب کے نیک عزائم کو پورا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی فرمانے والا ہے، وہ ہمارا کارساز ہے، بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی
چانسلر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی

حقیقت توحید کا بیان

جس کو تمام رسول علیہ السلام لے کر آئے اور اس کے بارے میں پھیلائے ہوئے شبہات کا رد

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ وَمَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِهِ وَسَارَ عَلٰى نَهْجِهِ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

اَمَّا بَعْدُ:

عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر امتوں کی عمارت قائم ہوتی ہے، ہر امت کی بہتری اور سربلندی اس کے عقیدہ کی سلامتی اور اس کے افکار کی درستگی سے وابستہ ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے عقیدہ کی اصلاح کی دعوت دی اور ہر رسول نے دعوت کی ابتدا اس طرح کی:

﴿اعْبُدُوْا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾

''اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''
(الاعراف:۵۹)

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾
''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر ایک امت میں پیغمبر بھیجا(یہ حکم دے کر کہ) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''(النحل:۳۶)

یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی ہی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے:
﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُونِ﴾
''میں نے جن اور انسان اسی لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔''(الذاریات:۵۶)

عبادت اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق ہے،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ

تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے اسے عذاب نہ دے۔" (صحیح بخاری: کتاب التوحید، ۱۳: ۳۰۰، صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ۳۰)

یہ حق تمام حقوق سے پہلے ہے، کوئی اور حق اس سے پہلے ہے نہ اس سے بڑھ کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾

''تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (الاسراء: ۲۳)

اور یہ بھی فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَاناً﴾

''کہہ دیجئے آؤ میں تم کو یہ پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کیا ہے: کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (الانعام: ۱۵۱)

چونکہ یہ حق تمام حقوق سے پہلے اور سب سے اولیٰ ہے اور دین کے تمام احکام کی جڑ اور بنیاد ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں لوگوں کو اسی حق کے قائم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کے شریک ہونے کی نفی کرنے کی دعوت دیتے رہے۔ قرآن کریم کی بیشتر آیات میں بھی اسی حق کو ثابت کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں شبہات کی نفی کی گئی ہے۔ ہر نمازی، خواہ وہ فرض پڑھے یا نفل، جب وہ ﴿ اِیَّـاكَ نَـعْبُـدُ وَاِیَّـاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کی تلاوت کرتا ہے تو اسی حق کو ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہے۔

اس عظیم حق کو'' **توحیدِ عبادت**'' یا ''**توحیدِ الوہیت**''یا "**توحید الطلب والقصد**" کہا جاتا ہے- یہ ایک ہی چیز کے کئی نام ہیں- یہ توحیدانسانی فطرت میں موجود ہے(جیسا کہ حدیث شریف میں ہے):

"**ہر پیدا ہونے والا فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔**"

درحقیقت اس فطرت سے انحراف بری تربیت کی وجہ سے رونما ہوتا ہے (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے): "**پھراس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔**" (صحیح مسلم: حدیث نمبر۲۰۴۷)

دنیا میں پہلے صرف یہی توحید تھی، شرک بعد میں پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ﴾

'' لوگ ایک امت تھے پس اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا ،

خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔ اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی حق کے ساتھ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کریں جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔''(البقرۃ:۲۱۳)

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا﴾

''اور لوگ (پہلے) ایک ہی جماعت تھے، پھر انہوں نے اختلاف کیا۔'' (سورۃ یونس:۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "حضرت آدم اور نوح علیہما الصلاۃ والسلام کے درمیان دس صدیاں گزری ہیں، وہ سبھی لوگ برحق شریعت (اسلام) پر تھے۔" (تفسیر ابن کثیر:۱/۲۵۰)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "آیت کی تفسیر میں یہی بات درست ہے۔"

پھر انہوں نے اسی بات کی تائید میں قرآن کریم سے اور دلائل

بھی پیش کئے ہیں۔(اغاثۃ اللھفان:۲/۲۰۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسی بات کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں سب سے پہلے شرک اس وقت پیدا ہوا جب انہوں نے نیک لوگوں کے بارے میں غلو کیا اور اپنے نبی کی دعوت سے تکبر کی بنا پر انکار کیا:

﴿وَقَالُوْا لَاتَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَاسُوَاعاً وَّلَايَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْراً﴾

''اور انہوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو ود کو نہ سواع کو نہ یغوث ویعوق اور نسر کو۔''(نوح:۲۳)

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: '' یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام ہیں، ان کے انتقال کرنے پر شیطان نے ان کی قوم کے دلوں میں یہ بات

ڈالی کہ ان کی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے مورتیاں رکھو اور ان کے نام انہی بزرگوں کے ناموں پر رکھو۔ انہوں نے ایسے ہی کیا لیکن ان مورتیوں کی پوجا نہ کی گئی، یہاں تک کہ جب مورتیاں رکھنے والے فوت ہوگئے اور ان مورتیوں کی حقیقت کا علم مٹ گیا،تو ان کی پوجا شروع ہوگئی۔'' (صحیح بخاری:۶/۱۳۳)

امام ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: '' سلف میں سے کئی ایک نے کہا ہے کہ جب (نیک لوگ) فوت ہوگئے توانہوں نے ان کی قبروں پر ڈیرا ڈال دیا، پھر انہوں نے ان کی مورتیاں بنا ڈالیں۔ پھر کافی مدت گزرنے کے بعد انہوں نے ان کی پرستش شروع کردی"۔ (اغاثۃ اللہفان: ۲/۲۰۲)

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے مزید کہا: "بتوں کی پوجا کے بارے میں شیطان نے ہر قوم کو اس کی سمجھ کے مطابق ہی بیوقوف بنایا ہے، چنانچہ ایک گروہ کو مردوں کی تعظیم کے نام سے بتوں کی عبادت کی طرف بلایا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے نیکو کار لوگوں کی شکلوں کی مورتیاں

بنائیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کیا۔ مشرکین عوام میں شرک کا غالب سبب یہی ہے۔ جہاں تک خواص مشرکین کا تعلق ہے توانہوں نے ان ستاروں کی شکل کی مورتیاں بنائیں جن کے متعلق وہ سمجھتے تھے کہ وہ نظام عالم چلانے میں مؤثر ہیں۔ ان مورتیوں کے لئے انہوں نے گھر بنائے، مجاور و دربان مقرر کیے اور ان پر چڑھاوے چڑھائے۔ قدیم زمانہ سے لے کر اب تک شرک کی یہ صورت دنیا میں موجود ہے۔ اس کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے دین قوم سے ہوئی جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شرک کے بطلان کے لیے مناظرہ کیا، چنانچہ ان کی دلیل کو اپنے علم سے اور ان کے معبودوں کو اپنے ہاتھ سے توڑا ۔(جواب میں) انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلانے کا مطالبہ کیا۔ ایک گروہ نے چاند کی مورتی بنائی انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ بندگی کا مستحق ہے اور عالم سفلی کا نظم ونسق یہی چلاتا ہے۔ دوسرے گروہ نے آگ کی پرستش کی، یہ لوگ مجوسی ہیں انہوں نے آگ کے لیے گھر بنائے اور ان کے دربان ومجاور مقرر کیے، وہ

ایک لمحہ کے لیے آگ کو بجھنے نہیں دیتے۔ کچھ لوگ پانی کی پوجا کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پانی ہر چیز کی اصل ہے اسی سے ہر چیز کی پیدائش ہوتی ہے اور یہی عالم کی آبادکاری کا ذریعہ ہے۔ بعض لوگ حیوانات کی پرستش کرتے ہیں؛ ان میں سے کچھ تو گھوڑے کو پوجتے ہیں اور کچھ گائے کو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زندہ اور مردہ انسانوں کی عبادت کرتے ہیں۔ بعض جنوں کی بندگی کرتے ہیں، بعض درختوں کو پوجتے ہیں۔ اور بعض فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں۔

(اغاثۃ اللہفان: ۲/ ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۳)

اوپر بخاری شریف کے حوالہ سے نوح علیہ السلام کی قوم میں شرک کے نمودار ہونے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا جو قول نقل کیا گیا ہے اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

❶- دیواروں پر تصویروں کا لٹکانا اور مجالس اور میدانوں میں مورتیاں نصب کرنا بہت خطرناک ہے، اس کی وجہ سے لوگ شرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں، بایں طور کہ ان تصویروں اور مورتیوں کی تعظیم لوگوں

کو ان کی پرستش تک پہنچا دیتی ہے اور وہ یہ اعتقاد کر بیٹھتے ہیں کہ یہ خیر کے حصول اور شر کے دور کرنے کا سبب ہیں جیسا کہ نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کے ساتھ پیش آیا۔

❷ - شیطان انسانوں کو گمراہ کرنے اور دھوکہ دینے کے لیے بے حد حریص ہے۔ بسا اوقات وہ ان کے جذبات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، بھلائی کی بات پر ترغیب کے بہانے گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم نیک لوگوں سے بہت زیادہ محبت کرتی ہے تو اس نے انہیں ان کی محبت میں غلو کی ترغیب دی اور ان سے مجالس میں ان نیک لوگوں کی مورتیاں نصب کروائیں، جس سے اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ راہِ صواب سے دور ہو جائیں۔

❸ - لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کی منصوبہ بندی صرف موجودہ نسل تک ہی محدود نہیں ہوتی، بلکہ آئندہ نسلوں کے لیے بھی ہوتی ہے، چنانچہ جب وہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کی موجودہ نسل میں

شرک داخل نہ کرسکا تو اس نے آپ کی قوم کی آنے والی نسل کو شرک میں مبتلا کرنے کی غرض سے اپنا جال پھینکا۔

❹- وسائلِ شر کے بارے میں تساہل درست نہیں ہے، بلکہ ان کی بیخ کنی اورسد باب کرنا ضروری ہے۔

❺- آخری بات جو اس قول سے معلوم ہوتی ہے وہ باعمل علماء کی فضیلت ہے، ان کی موجودگی باعثِ خیر ہے اور عدم موجودگی باعثِ شر ہے، یونکہ جب تک وہ لوگوں میں موجود رہے شیطان ان کو گمراہ نہ کرسکا۔

اقسامِ توحید

توحید کی دو قسمیں ہیں: **توحید معرفت واثبات**، یہی توحید ربوبیت ہے، اس سے مراد اس بات کا اقرار ہے کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا، کائنات کا نظم ونسق چلانے والا، زندگی اور موت دینے والا، خیر لانے والا اور شر روکنے والا ہے۔ توحید کی اس قسم میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حتیٰ کہ مشرکین نے بھی اپنے شرک کے باوجود اس کا اقرار کیا ہے اور انکار کی جرأت نہیں کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُم مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّن يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''کہہ دیجئے کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کون سننے اور دیکھنے کا مالک ہے؟ کون مردہ سے زندہ کو نکالتا

ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے؟ اور کون تدبیر کرتا ہے سارے امور کی؟ پس البتہ کہیں گے اللہ پس آپ کہہ دیجئے: پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔'' (یونس: ۳۱)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں واضح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مشرک لوگ توحید کی اس قسم کے قائل تھے۔ توحید کی جس دوسری قسم کا وہ انکار کرتے تھے وہ توحید عبادت ہے۔

توحید عبادت کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی ہر قسم کی عبادتوں کا صرف اللہ تعالیٰ کو مطلوب ومقصود قرار دیا جائے، جیسا کہ کلمہ "لا إلـه إلا الـلـه" کا مدلول اور مفاد ہے۔ یہ کلمہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت کرتا ہے اور غیر اللہ سے اس کی نفی کرتا ہے۔

اسی لیے جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کو یہ کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کیا اور کہنے لگے:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِداً اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾

''کیا اس (نبی) نے سب معبودوں کو ایک معبود کردیا! یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔''(ص:۵)

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اللہ کے ماسواہر چیز کی عبادت کے باطل ہونے کا اعتراف کیا اورتنہا اللہ تعالیٰ کے لیےعبادت کا اثبات کیا۔کیونکہ''اِلہٰ'' کےمعنی معبود کے ہیں- اور عبادت: نام ہے ان ظاہری اور باطنی اقوال واعمال کا جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتااوران سے راضی وخوش ہوتاہے- لہٰذاجس کسی نے یہ کلمہ پڑھنے کے باوجودبھی غیر اللہ کو پکارا اس نے اپنے ہی قول کی خلاف ورزی کی۔

توحید ربوبیت اورتوحید الوہیت لازم وملزوم ہیں،یعنی توحید ربوبیت کا اقرار اس بات کو واجب ٹھہراتا ہے کہ توحید الوہیت کا اقرار کیا جائے اور اس کے تقاضوں کو ظاہری وباطنی طور پرادا کیا جائے۔ اسی لیے سارے رسول علیہم الصلاۃالسلام اپنی امتوں سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں اور ان کے توحید ربوبیت کے اقرارکو توحید

الوہیت کا اقرار کرنے پر دلیل بناتے رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾

''وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، لہٰذا اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔'' (الانعام:۱۰۲)

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ﴾

''اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ ضرور کہیں گے اللہ نے (اور ان سے) کہو بھلا بتلاؤ تو سہی اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اس کی (بھیجی ہوئی)

تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر مجھ پر رحمت فرمانا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں۔'' (الزمر:۳۸)

توحید ربوبیت کا اقرار انسانی فطرت میں داخل ہے، کوئی مشرک بھی اس میں اختلاف نہیں کرتا، دنیا کے سارے گروہوں میں دہریوں کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، دہریہ خالق کا انکار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نظامِ جہاں بغیر کسی مدبر و منتظم کے خود بخود چل رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے:

﴿وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ﴾

''اور انہوں نے کہا ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے (دنیا ہی میں) مرتے ہیں اور (یہیں) جیتے رہتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کرتا ہے۔'' (الجاثیۃ:۲۴)

چنانچہ اللہ نے ان کی تردید ان الفاظ میں فرمائی:

﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾
''انہیں اس بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔'' (الجاثیۃ: ۲۴)

دہریوں کا انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں تھا، ان کے پاس صرف ظن تھا اور ظن تو حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کرسکتا، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے:

﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ﴾
'' کیا وہ آپ ہی آپ (بغیر کسی بنانے والے کے) بن گئے ہیں یا انہوں نے خود (اپنے کو) بنایا ہے؟ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں لاتے۔''
(الطّور: ۳۵-۳۶)

اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کا جواب دے سکے:

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾

''اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تو یہ چیزیں ہیں پس مجھے دکھلاؤ کہ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے؟''(لقمان:۱۱)

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰت﴾

''کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو سہی انہوں نے زمین میں کیا بنایا ہے یا کیا آسمانوں میں ان کی شراکت ہے؟''(الاحقاف:۴)

بظاہر جس نے توحید کی اس قسم کا انکار کیا ہے مثلاً فرعون، وہ بھی دل سے اس کا اقراری رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰت وَالْاَرْضِ﴾

''تو خوب جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے ہی اتارا ہے۔''(الاسراء:۱۰۲)

نیز اس کے اور اس کی قوم کے متعلق فرمایا:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَّعُلُوّاً﴾

''ان کے دلوں میں ان نشانیوں کا یقین آ گیا تھا لیکن انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کیا۔'' (النمل:١٤)

پہلی امتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَادًا وَّ ثَمُوْدَاْ وقَد تبَيَّنَ لَكُمْ مِّن مَّسٰكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ﴾

''اور عاد وثمود کو بھی (ہلاک کیا) اور ان کے گھر تمہارے لیے ظاہر ہیں، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے واسطے زینت دی اور ان کو (سچی) راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ سب کچھ دیکھنے والے تھے۔'' (العنکبوت:٣٨)

جس طرح انسانوں کے کسی معروف گروہ نے توحید کی اس قسم کا انکار نہیں کیا اسی طرح فی الغالب اس قسم میں شرک کا وقوع بھی نہیں

ہوا، چنانچہ سب کے سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تنہا اللہ ہی پیدا کرنے والااور کائنات کا نظم ونسق چلانے والا ہے،اوردنیا کے گروہوں میں سے کسی نے بھی صفات وافعال میں برابر دو خالق ثابت نہیں کیے ہیں، مجوسیوں میں سے ثنویہ جو کائنات کے دو خالق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں- ایک خیر کا خالق اوروہ نور ہے اور دوسرا شر کا خالق اوروہ تاریکی ہے- وہ بھی نور اور ظلمت کو برابر نہیں سمجھتے ،نور ان کے نزدیک اصل ہے اور ظلمت ایک وقتی شے ہے،اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روشنی تاریکی سے بہتر ہے۔

اسی طرح نصاریٰ جو تثلیث کے قائل ہیں انہوں نے بھی عالم کے تین الگ الگ رب نہیں ثابت کیے ہیں، بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ عالم کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے،اور وہ کہتے ہیں کہ: باپ سب سے بڑا الہ(معبود) ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید ربوبیت کا اثبات محلِ اتفاق ہے اور اس میں شرک کا وقوع کم ہی ہوا ہے،لیکن مسلمان بننے کے لیے صرف اسی

کا اقرار کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے لیے اس کے لازمی امر یعنی توحید الوہیت کا اقرار بھی ضروری ہے، کیونکہ کافر امتیں اور خصوصاً عرب کے مشرکین جن میں خاتم المرسلین ﷺ مبعوث کیے گئے، توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، لیکن یہ توحید الوہیت کا اقرار نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان نہ بن سکے۔

قرآن کریم کی آیات پر غور وفکر کرنے والے کے لیے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ توحید الوہیت کا مطالبہ کرتی ہیں اور اس پر توحید ربوبیت سے استدلال کرتی ہیں، چنانچہ جس بات کا مشرکوں نے انکار کیا ان آیات میں اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور جس بات کا انہوں نے اثبات کیا ہے اسے اس پر بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے۔ ان آیات میں انہیں توحید عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ وہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں، پس توحید عبادت کو سیاق طلب میں اور توحید ربوبیت کو خبر کے پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں جو پہلا حکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَاالنَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشاً وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلَاتَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَاداً وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ، جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لیے پھلوں کو نکالا۔ پس تم اللہ کے لیے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔'' (البقرۃ:۲۱-۲۲)

قرآن کریم میں اکثر وبیشتر توحید عبادت کی طرف دعوت، اس کا حکم اور اس کے متعلق اٹھائے گئے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی ہر سورت بلکہ ہر آیت اسی توحید کی طرف دعوت دیتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں یا تو اللہ تعالیٰ اوراس کے اسماء وصفات وافعال کے متعلق خبر ہے اور یہی توحید ربوبیت ہے، یا اس میں اللہ

وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرنے اور اس کے ماسوا کی عبادت ترک کرنے کی دعوت ہے اور یہی توحید الوہیت ہے۔

یا اس میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ توحید اور اپنے اطاعت گزاروں کو کس طرح دنیا وآخرت میں نوازا ہے اور یہ توحید کا بدلہ ہے۔

یا قرآن کریم میں مشرکوں اور دنیا وآخرت میں ان کی سزا کے متعلق بتلایا گیا ہے اور یہ توحید سے بغاوت کرنے والوں کا بدلہ ہے، یا قرآن کریم میں احکام اور شریعت سازی ہے اور یہ توحید کے حقوق میں سے ہے کیونکہ شریعت سازی کا حق صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

کلمہ "لا اله الا الله " توحید کی تمام قسموں کو شامل ہے، کیونکہ یہ نفی اوراثبات پر مشتمل ہے،اللہ کے ماسوا سے حقیقی الوہیت کی نفی اورتنہا اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا اثبات۔ اسی طرح یہ کلمہ ولاء اور براء پر بھی مشتمل ہے،اللہ تعالیٰ کے لیے ولاء (دوستی)اوراللہ تعالیٰ کے ماسوا سے براء ت(بیزاری)۔ اور دین توحید انہی دو اساس پر قائم ہے،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق بتلایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ﴾

''جس چیز کی تم عبادت کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں مگر اس سے جس نے مجھے پیدا کیا وہ عنقریب میری راہنمائی کرے گا۔'' (الزخرف:۲۶-۲۷)

اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ ہر رسول کا دستور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

''ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''(النحل:۳۶)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لا انْفِصَامَ لَهَا﴾

''پس جو کوئی طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے یقیناً مضبوط کڑا پکڑ رکھا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں۔'' (البقرۃ: ۲۵۶)

لہٰذا جس نے (لا إلـه إلا اللـه) کہا اس نے غیر اللہ کی عبادت سے اظہارِ براءت کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اپنے آپ کو پابند کرلیا، اور یہ وہ عہد ہے جس کی پابندی کی ذمہ داری انسان خود قبول کرتا ہے۔

﴿فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهِ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْراً عَظِيْماً﴾

''پس جو کوئی عہد توڑے اس کے عہد توڑنے کا نقصان اسی کی جان کو ہے اور جو کوئی اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ

سے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا ثواب دے گا۔‘‘
(الفتح:۱۰)

لا إلــہ إلا اللــہ توحید عبادت کا اعلان ہے؛ کیونکہ’’ إلہ‘‘ کے معنیٰ معبود کے ہیں، اس لیے اس کلمہ کے معنیٰ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ما سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ لہٰذا اس کلمہ کے معنیٰ کو جانتے ہوئے اسے پڑھنے والا، اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شرک کی نفی اور توحید کا اقرار کرنے والا، اور اس پر اعتقاد رکھنے والا اور عمل کرنے والا صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ اور جس نے یہ کلمہ پڑھا اور دل کے اعتقاد کے بغیر ظاہری طور پر اس کے تقاضوں کو پورا کیا وہ منافق ہے۔ اور جو کوئی زبان سے تو اس کلمہ کو پڑھے لیکن اس کے منافی مشرکانہ اعمال کا ارتکاب کرے وہ کافر ہے اگر چہ وہ اس کلمہ کو بار بار دہرائے، جیسا کہ آج کل کے قبر پرست ہیں جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں لیکن اس کے معنیٰ کو بالکل نہیں سمجھتے، ان کے برتاؤ کی تبدیلی اور اعمال کی درستگی میں اس کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا، وہ لا إلہ إلا اللہ

بھی کہتے ہیں اور مدد یا عبدالقادر ، یا بدوی، یا فلاں ، یا فلاں بھی پکارتے ہیں۔ وہ مردوں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں اور مصائب میں ان سے فریاد کرتے ہیں۔ پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنیٰ کو ان سے بہتر سمجھا، جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے (لا إلہ إلا اللہ) کہنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان سے بتوں کی عبادت چھوڑنے اور ایک اللہ کی بندگی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اسی لیے انہوں نے کہا:

﴿اَ جَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِداً﴾

''کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کردیا۔''
(ص: ۵)

اورقوم ھود نے کہا:

﴿ اَ جِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُ نَا﴾

''کیا تو اس لیے ہمارے پاس آیاہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔''(الاعراف: ۷۰)

اورقوم صالح نے ان سے کہا:

﴿اَتَنْهٰنَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾

''کیا تو ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں۔''(ھود: آیت ۶۲)

اور ان سے پہلے نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم نے ان سے کہا:

﴿وَقَالُوْا لَاتَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا﴾

''اور انہوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو ود کو،اور نہ سواع کو اور نہ ہی یغوث ویعوق اور نسر کو۔''
(نوح: ۲۳)

کافروں نے لا إلـه إلا الله کے معنیٰ یہ سمجھے کہ بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے او رصرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ اسی لیے انہوں نے اس کلمہ کے پڑھنے سے انکار کیا کیونکہ اس کے پڑھنے کے بعد لات وعزیٰ ومنات کی عبادت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ آج کے

قبر پرست اس تناقض کو نہیں سمجھ پاتے، چنانچہ وہ اس کلمہ کو بھی پڑھتے ہیں اور مردوں کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ''اِلٰہ'' سے مراد اختراع، تخلیق اور ایجاد پر قدرت رکھنے والا بیان کرتے ہیں، اس طرح اس کلمہ کے معنیٰ ہوں گے:

"نئے سرے سے تخلیق پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا"
لیکن یہ انتہائی فحش غلطی ہے، کیونکہ جس نے کلمہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے اس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے جس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اختراع وتخلیق، روزی اور زندگی وموت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، لیکن اس اقرار کے باوجود وہ مسلمان نہیں کہلائے۔ اگر چہ یہ معنیٰ جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں لا إلـه إلا اللـه کے معنیٰ میں شامل ہے لیکن وہ اس کلمہ کا اصل مقصود نہیں۔

توحید عبادت میں شرک:

عبادت میں شرک سے مراد یہ ہے کہ عبادت کو یا عبادت کی کسی قسم کو غیر اللہ کے لیے کرنا۔ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ روئے زمین پر اس شرک کی ابتدا کیسے ہوئی اور یہ آج تک مخلوق میں جاری ہے، سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ نے رحم فرمایا ہے۔ عبادت میں شرک کی دو قسمیں ہیں:

ایک **شرک اکبر** جو انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے، جیسے غیراللہ کے لیے ذبح کرنا، غیر اللہ سے دعا کرنا، یا عبادت کی قسموں میں سے کسی قسم کو غیر اللہ کے لیے کرنا۔

دوسری قسم **شرک اصغر** ہے جو ملت سے خارج تو نہیں کرتی البتہ اس سے توحید میں نقص واقع ہوتا ہے، اور بسا اوقات انسان دیر تک اس میں ملوث رہتا ہے یہاں تک کہ شرک اکبر میں واقع ہوجاتا ہے۔ جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا اور بہت زیادہ ریا کاری، یا یہ کہنا کہ "**جسے اللہ**

چاہے اور آپ چاہیں'' یا یہ کہنا کہ ''**اگر اللہ اور آپ نہ ہوتے**'' اور اسی طرح کے دوسرے جملے جو کہ زبان سے ادا تو کیے جاتے ہیں لیکن ان کے معانی مقصود نہیں ہوتے۔

اس امت میں شرک بہت رواج پکڑ چکا ہے اور اس کا معاملہ بہت سنگین ہوگیا ہے، اس کے اسباب بہت سے ہیں، مثلاً: اکثر لوگوں کی کتاب وسنت سے دوری، آباواجداد کی اندھی تقلید، مردوں کی تعظیم میں مبالغہ اور ان کی قبروں پر عمارتوں کا بنانا، اوراس دین کی حقیقت سے بے خبری جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا، جیسا کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

'' جب اسلام میں وہ لوگ پروان چڑھیں گے جنہوں نے جاہلیت کو نہیں پہچانا تو اسلام کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گی۔''

شرک کے عام ہونے کے اسباب میں سے ان شبہات اور حکایات کی شہرت بھی ہے جن کی وجہ سے اکثر لوگ بھٹک گئے ہیں اور

جن کو وہ اپنے مشرکانہ اعمال کی درستگی کے لیے سند قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ شبہات ایسے ہیں جو گزشتہ امتوں کے مشرکین نے پیش کیے اور کچھ ایسے ہیں جو اس امت کے مشرکین نے پیش کیے ہیں، ان شبہات میں سے چند یہ ہیں:

پہلا شبہ:

یہ شبہ مشرکوں کے نئے اور پرانے قریباً تمام گروہوں میں موجود ہے۔ اس کی اساس آباواجداد کے طرزِ عمل کو حجت ٹھہرانا ہے اور یہ کہ انہیں یہ عقیدہ اپنے آباواجداد سے ورثہ میں ملا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَذَٰلِكَ مَآ اَرۡسَلۡنَاكَ مِنۡ قَبۡلِكَ فِيۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَآ اِنَّا وَجَدۡنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ﴾

''اسی طرح ہم نے تجھ سے پہلے جب کسی بستی میں کوئی

ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے مالدار لوگ یہی کہنے لگے ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک دین پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔'' (الزخرف:۲۳)

اس دلیل کا سہارا وہ لوگ لیتے ہیں جو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے ۔ لیکن میدان مناظرہ میں اس بودی دلیل کی کوئی وقعت و قیمت نہیں ہے کیونکہ انکے یہ آباواجداد جن کی انہوں نے تقلید کی ہے ہدایت پر نہیں تھے اور جو ہدایت پر نہ ہو اس کی پیروی اور اتباع کرنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾

''کیا اگر ان کے آباواجداد نہ کچھ جانتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پانے والے ہوں (تب بھی یہ ان کی پیروی کریں گے؟)۔''
(المائدۃ:۱۰۴)

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پرارشاد فرمایا:

﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾

''کیا اگر ان کے آباو اجداد بے عقل اور گمراہ ہوں(تب بھی یہ ان کی پیروی کریں گے؟)۔''(البقرۃ:۱۷۰)

آباواجداد کی پیروی قابل تعریف اس وقت ہے جب وہ حق پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشادفرمایا:

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِ یْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾

''میں نے اپنے آباواجداد ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔ ہمارے لئے یہ روانہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کریں۔ یہ ہم اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''(یوسف:۳۸)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمٰنٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ

ذُرِّيَّتَهُمْ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان کے ساتھ ان کی راہ پر چلی تو ہم ان کی اولاد کو بھی (جنت میں) ان کے ساتھ کردیں گے۔''(الطّور:۲۱)

یہ شبہ مشرکین کے دلوں میں ایسا بیٹھ چکا ہے کہ وہ اس کو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت کے مقابلہ میں پیش کرتے رہے ہیں، چنانچہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اپنی قوم سے کہا:

﴿یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾

'' اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، کیا پس تم نہیں ڈرتے؟ اس کی قوم کے سردار

جو کافر تھے کہنے لگے: یہ تو تم جیسا ہی ایک آدمی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا بڑا بن جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ (واقعی) چاہتا تو فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو ایسی بات اپنے باپ دادوں میں نہیں سنی۔'' (المومنون: آیت۲۳-۲۴)

چنانچہ انہوں نے اپنے باپ دادا کے طرزِ عمل کو اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی لائی ہوئی دعوت کے مقابلے میں دلیل بنا کر پیش کیا۔

صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا:

﴿اَتَنۡهٰنَاۤ اَنۡ نَّعۡبُدَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾

''کیا تو ہمیں ان چیزوں کو پوجنے سے روکتا ہے جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔'' (ہود:۶۲)

اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا:

﴿ اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾

''کیا تیری نماز تجھے یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ

دیں جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔'' (ھود: ۸۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دلیل سے اپنی قوم کو خاموش کردیا تو انہوں نے بھی یہی بات کہی:

﴿مَاتَعْبُدُوْنَ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَاماً فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْتَدْعُوْنَ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْيَضُرُّوْنَ قَالُوْا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ﴾

''(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) تم کس کو پوجتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بت پوجتے ہیں اور انہی کے سامنے پڑے رہتے ہیں۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ سنتے ہیں یا تمہیں نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نے اپنے آباواجداد کو اسی طرح کرتے ہوئے پایا ہے۔'' (الشعراء: ۷۰-۷۴)

اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿قَالَ فَمَابَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى﴾

''(فرعون نے) کہا : اچھا اگلے لوگوں کا کیا حال ہونا ہے؟''
(طٰہٰ: آیت ۵۱)

غرض کہ کفر ایک ہی ملت ہے اور مشرکین کے پاس حق کے مقابلہ میں بس یہی بودی اور بے وزن دلیل ہوتی ہے۔

دوسرا شبہ:

یہ شبہ مشرکین قریش اور دیگر لوگوں نے پیش کیا، ان کا کہنا تھا کہ جس شرک کا وہ ارتکاب کررہے ہیں وہ درست ہے کیونکہ وہ تقدیر الٰہی سے ہے۔

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾

''عنقریب مشرکین کہیں گے: اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہم کسی چیز کوحرام

کرتے۔'' (الانعام: ۱۴۸)

اور سورۃ النحل میں فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾

''اور مشرک لوگ کہتے ہیں: (ہمارا کیا قصور ہے) اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا اس کے سوا کسی کو نہ پوجتے اور نہ ہی ہم اس کے (کہے) بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔'' (النحل:۳۵)

اور سورۃ الزخرف میں فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ﴾

''اور انہوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے۔'' (الزخرف: ۲۰)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ الانعام کی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

مشرک اپنے شرک اور اپنی طرف سے حرام کردہ چیزوں کی حرمت ثابت کرنے کے لیے جو شبہ پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے بیان کیا ہے: (وہ کہتے ہیں) کہ ان کے شرک اور ان کی چیزوں کو حرام کرنے کی اللہ تعالیٰ کو خبر ہے اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان ڈال دے اور ہمیں کفر سے روک دے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے اعمال وتصرفات اللہ تعالیٰ کی مشیئت وارادہ سے ہیں اور ہمارے ان اعمال کی وجہ سے وہ ہم سے راضی ہے...

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر لکھا ہے:

یہ کچی اور باطل دلیل ہے۔ اگر ان کی یہ بات درست ہوتی تو انہیں اللہ تعالیٰ کیوں عذاب چکھاتا؟ اور کیوں انہیں تباہ وبرباد کرتا اور ان سے شدید انتقام لیتا؟

﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ﴾

''(اے پیغمبر) کہہ دیجئے: کیا تمہارے پاس اس بارے میں

کوئی علم ہے؟''

یعنی اس بارے میں کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے ان اعمال کی وجہ سے خوش ہے، ﴿فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا﴾ پس تم اس کو ہمارے سامنے پیش کرو۔تم تو صرف گمان کی پیروی کرتے ہو۔

یعنی یہ تو ان کا وہم او رخیال ہی ہے جس کی بنا پر وہ بات کہہ رہے ہیں۔

﴿وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾

یعنی تم اپنے دعوی میں اللہ پر جھوٹ وافترا باندھ رہے ہو۔
(تفسیر ابن کثیر: ۱۸۶/۲)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۃ النحل کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو ناپسند کرتا ہوتا تو ہمیں ان کی سزا دیتا اور ہمیں وہ اعما ل کرنے کی طاقت وقدرت ہی نہ دیتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شبہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا البَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾

''رسولوں کی ذمہ داری تو صرف واضح طور پر (پیغام کو) پہچانا ہے۔''

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اور ہم تو ہر ایک امت میں رسول بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچے رہو۔ پس ان میں سے کچھ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور کچھ ایسے تھے کہ ان پر گمراہی جم گئی۔ ذرا زمین میں سیر کرو اور دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔'' (النحل:۳٦)

یعنی صورت حال اس طرح نہیں جس طرح تم نے گمان کیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مذمت نہیں کی اللہ تعالیٰ نے تو انتہائی شدید انداز میں تمہاری مذمت کی ہے اور انتہائی سخت انداز میں شرک سے منع کیا ہے اور ہر زمانے اور لوگوں کے ہر گروہ میں رسول مبعوث کیا، اور سب رسول ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے اور غیر اللہ کی بندگی سے منع کرتے :

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

''اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

جب سے بنی آدم کے اندر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں شرک شروع ہوا اللہ تعالیٰ اسی دعوت کے ساتھ رسولوں کو مبعوث فرماتا رہا، اہل زمین کی طرف پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام تھے اور آخری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی دعوت مشرق و مغرب کے سب انسانوں اور جنوں کے لیے ہے، ان سب رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ

اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس پر یہی وحی بھیجتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔'' (الانبیاء: ۲۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَسْـئَـلْ مَـنْ اَرْسَـلْـنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾

''تجھ سے پہلے جو پیغمبر ہم بھیج چکے ہیں ان سے سوال کر، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا معبود مقرر کئے تھے کہ انکی عبادت کی جائے؟'' (الزخرف: ۴۵)

اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَـقَـدْ بَـعَثْـنَـا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

''ہم ہر امت میں رسول بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''(النحل:۳٦)

اس کے بعد کسی مشرک کا یہ کہنا کس طرح درست ہے کہ:

﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مشیئت شرعیہ ان کے شامل حال نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ انہیں اس سے منع فرمایا ہے۔ جہاں تک اس کی مشیئت کونیہ کا تعلق ہے کہ تقدیر الٰہی کے تحت انہیں ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا تو اس میں ان کے لئے کوئی حجت نہیں....

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسولوں کی تنبیہ کے بعد ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں دنیا ہی میں سزا دی گئی۔(تفسیر ابن کثیر:

۵۸۷-۵۸۶/۲)

اس شبہ کو پیش کرنے سے مشرکوں کا مقصد اپنے برے اعمال کی معذرت کرنا نہیں کیونکہ وہ اپنے اعمال کو برا ہی نہیں سمجھتے، بلکہ:

﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعاً﴾

''وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں۔'' (الکہف:۱۰۴)

وہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا اس لیے کرتے ہیں:

﴿لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''تاکہ وہ ہمیں مقام ومرتبہ میں اللہ سے قریب کردیں۔'' (الزمر:۳)

چنانچہ ان کے اس شبہ کے پیش کرنے کا مقصد یہ حجت پیش کرنا ہے کہ ان کے اعمال جائز و درست اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر حقیقت وہی ہوتی جو یہ پیش کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کے لیے

رسولوں کو مبعوث نہ کرتا اور اس پر انہیں سزا نہ دیتا۔

تیسرا شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک ان کا یہ گمان ہے کہ لا الہ الا اللہ کا صرف زبان سے کہہ لینا جنت میں داخلہ کے لیے کافی ہے خواہ اس کے بعد انسان کیسے ہی شرکیہ یا کفریہ اعمال کرے، اس سلسلہ میں وہ ان احادیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل پکڑتے ہیں جن میں آیا ہے کہ جس نے اپنی زبان سے شہادتین(اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی) کا اقرار کیا وہ جہنم کی آگ پر حرام ہوگیا۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث سے مراد وہ شخص ہے جس نے لاإلــہ إلااللــہ کہا اور اسی پر اس کی موت آئی،اور شرک کر کے اس نے اس کلمہ کی خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ خلوص دل سے اس کلمہ کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ کے ما سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان کا انکار

کیا اور اسی پر اس کی موت آئی، جیسا کہ عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

"بے شک اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ پر اس شخص کو حرام کردیا جس نے اللہ کی رضا مندی کے حصول کے لیے لاإلـه إلاالله کہا۔" (صحیح مسلم:۱/۴۵۶)

اور صحیح مسلم میں ہے:

"جس نے لاإله إلاالله کہا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جس کسی کی بھی عبادت کی جاتی ہو اس سے کفر کیا تو اس کا مال اور خون حرام ہوگیا(کسی کو اس کے مال پر ہاتھ ڈالنے اور اس کا خون بہانے کی اجازت نہیں) اور اس کا حساب اللہ پر ہے"۔ (صحیح مسلم:۱/۵۳)

اس حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال وخون کی حرمت کو دو باتوں سے مشروط کیا ہے: **پہلی بات**: لاإلـه إلاالله کا کہنا اور **دوسری بات** : اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سے کفر کرنا۔

اس طرح معنیٰ کے بغیر محض لا إله إلاالله کے الفاظ کہنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس کا کہنا بھی ضروری ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ لا إلـه إلاالله کہنا جنت میں داخل ہونے اور جہنم کی آگ سے نجات پانے کا سبب اور اس کا مقتضی ہے، لیکن کوئی سبب اور مقتضی اسی وقت کارآمد ومفید ہوتا ہے جب اس کی شروط پائی جائیں اور اس کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹیں موجود نہ ہوں۔ حسن رحمہ اللہ سے کہا گیا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: "جس نے لا إله إلاالله کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا"، انہوں نے جواب دیا: "جس نے لا إله إلاالله کہا اور اس کے حقوق وفرائض کو ادا کیا وہ جنت میں داخل ہوگیا"۔

وھب بن منبہ نے اس شخص کو جس نے ان سے سوال کیا کہ کیا لا إلــه إلاالــلــه جنت کی کنجی نہیں ہے؟ جواب دیتے ہوئے کہا: کیوں نہیں، لیکن ہر کنجی کے دندانے ہوتے ہیں، اگر تو ایسی کنجی لائے گا جس کے دندانے ہوں تو وہ تیرے لیے کھول دے گی وگرنہ کھول نہ سکے گی۔

لہٰذا کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ صرف لا إله إلا الله کہنا جنت میں جانے کے لئے کافی ہے ،خواہ اس کا کہنے والا مردوں سے دعائیں کرتا ہو اور مشکلات میں ان سے فریاد کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کی پوجا کی جاتی ہے ان سے کفر بھی کرنے والا نہ ہو، یہ تو کھلا ہوا مغالطہ ہے!

چوتھا شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ جب تک لوگ " لا إله إلا الله محمد رسول الله " کہتے رہیں گے امت محمدیہ میں شرک واقع نہیں ہوگا، اولیاء وصالحین کی قبروں کے پاس جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں وہ شرک نہیں ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ اس امت میں یہود ونصاریٰ کے طرز عمل کی مشابہت پائی جائے گی۔اور انہی میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء

اور اہبوں کو رب بنالیا تھا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: " تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی ہر ہر بات میں پیروی کروگے،حتی کہ اگر وہ گوہ کی بل میں داخل ہوئے تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہود ونصاری (مراد ہیں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا:'' تواور کون؟''۔

(صحیح بخاری(طبع شدہ مع فتح الباری): ۳۰۰/۱۳)

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ اس امت کے بعض افراد وہ سب کچھ کریں گے جو پہلی امتوں نے کیا خواہ اس کا تعلق دینی امور سے ہو یا عادات سے یا سیاست سے۔چونکہ پہلی امتوں میں شرک پایا گیا، لہٰذا اسی طرح اس امت میں بھی شرک پایا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے جس بات کی خبر دی تھی وہ بات واقع ہوچکی ہے، چنانچہ آج اللہ تعالیٰ کی بجائے ان قبروں کی کتنی ہی صورتوں میں پرستش کی جاتی ہے اور ان پرڈھیر ساری نذریں پیش کی جاتی ہیں۔

نیز نبی کریم ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس وقت تک قیامت بپا نہ ہوگی جب تک ان کی امت میں سے ایک قبیلہ مشرکوں کے ساتھ نہ مل جائیگا، اور جب تک ان کی امت میں سے کچھ گروہ بتوں کو نہ پوجیں گے۔ (سنن ابی داود: باب الفتن حدیث نمبر۴۲۳۲۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے)

اس امت میں شرک، تباہ کن باتیں، اورگمراہ فرقے ظاہر ہوچکے ہیں جن کی وجہ سے بہت سے لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔

پانچواں شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک ان کا اس حدیث سے استدلال کرنا ہے کہ:

"بے شک شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ جزیرہ عرب میں نمازی اس کی پوجا کریں گے" (یہ حدیث صحیح ہے اور ایک

سے زیادہ طریقوں سے صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں روایت کی گئی ہے۔)

ان کا استدلال یہ ہے کہ اس حدیث کی روشنی میں جزیرۂ عرب میں شرک کا ہونا محال ہے۔

اس استدلال کا جواب ابن رجب رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ: اس سے مراد یہ ہے کہ شیطان اس بات سے نا امید ہو چکا ہے کہ ساری امت شرک اکبر پر مجتمع ہو۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ﴿الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے اسی مفہوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں یہ کہا گیا ہے کہ "شیطان نا امید ہوگیا" یہ نہیں کہا گیا کہ " اس کو مایوس کردیا گیا" اور اس کا از خود نا امید ہونا اس کے اپنے گمان اور اندازہ سے ہے، اس کی بنیاد واساس علم نہیں، کیونکہ وہ غیب کا علم نہیں جانتا،اوراس کا تعلق علم غیب سے ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے،اور اس کے اس گمان اورظن کی تکذیب وہ احادیث شریفہ کرتی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ

نے بتلایا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت میں شرک واقع ہوگا۔

علاوہ ازیں شیطان کے اس ظن وگمان کو امر واقع بھی جھٹلاتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سے عرب مختلف انداز سے اسلام سے مرتد ہوگئے۔ واللہ أعلم.

چھٹا شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اولیاء وصالحین سے یہ نہیں چاہتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بجائے ہماری ضروریات کو پورا کریں، بلکہ ہم ان سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کریں؛ کیونکہ وہ صالحین اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہیں اور شفاعت کا ثبوت تو کتاب وسنت میں موجود ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بالکل یہی بات مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی بجائے مخلوق سے اپنے تعلق کی درستگی کو ثابت کرنے کے لئے کہی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَانَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾

''جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنایا ہے(وہ کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کردیں۔'' (الزمر:۳)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾

''وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں کہ نہ وہ ان کو ضرر پہنچاسکتی ہے اور نہ ہی ان کو نفع دے سکتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہونگے۔ (یونس:۱۸)

دوسری بات یہ ہے کہ شفاعت برحق ہے لیکن وہ صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے۔

﴿قُلۡ لِّلّٰهِ الشَّفٰعَةُ جَمِیۡعاً لَّهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾

''کہہ دیجئے شفارش تو ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے۔'' (الزمر: آیت۴۴)

لہٰذا شفاعت اللہ تعالیٰ سے طلب کی جائے گی نہ کہ مردوں سے، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلایا ہے کہ اس کے حصول کے لئے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ شفاعت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شفاعت کی اجازت میسر ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ﴾

''کون ہے جو اس کے ہاں اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرے؟'' (البقرۃ: ۲۵۵)

دوسری شرط: یہ ہے کہ جس کی شفاعت کی جائے اللہ اس کے قول اور عمل سے راضی ہوں، اور وہ مومن موحد ہی ہوسکتا ہے، جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾

''اور وہ (فرشتے)سفارش نہیں کرتے مگر اس شخص کے لیے جس کو وہ (اللہ تعالیٰ) پسند کرے۔''(الانبیاء: ۲۸)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى﴾

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کسی کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی اور چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے۔''(النجم: ۲۶)

اور فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا﴾

''اس دن کسی کی شفاعت کام نہ آئے گی مگر جس کو رحمٰن سفارش کی اجازت دے اور اس کی بات کو پسند کرے۔'' (طٰہ:۱۰۹)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ فرشتوں سے یا نبیوں سے یا بتوں سے شفاعت طلب کی جائے۔ کیونکہ یہ صرف اللہ کی ملکیت ہے اور اسی سے مانگی جاسکتی ہے۔

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفٰعَةُ جَمِيْعاً﴾

''کہہ دیجئے کہ سفارش تو ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''
(الزمر: آیت ۴۴)

لہذا وہی شفاعت کرنے والے کو شفاعت کی اجازت دیتا ہے، اگر وہ اجازت نہ دے تو کوئی اس کے سامنے شفاعت کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اس کے ہاں مخلوق والا معاملہ نہیں کہ مخلوق کی اجازت کے بغیر بھی ان کے روبرو شفاعت کی جاتی ہے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شفاعت کو قبول کر لیتے ہیں؛ کیونکہ مخلوق میں سے جس کے روبرو شفاعت کی جاتی ہے وہ شفاعت کرنے والے اور اس کے تعاون کا

محتاج ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کی شفاعت اس وقت بھی قبول کر لیتا ہے جب کہ اس نے اجازت نہیں دی ہوتی ۔

البتہ اللہ تعالیٰ تو اپنے ماسوا ہر کسی سے بے نیاز ہے، لہٰذا وہ کسی کا دست نگر نہیں، بلکہ سب اس کے محتاج ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مخلوق او ر اللہ تعالیٰ میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مخلوق میں حاکم اپنی رعیت کے تمام احوال سے شفاعت کرنے والوں کے بتائے بغیر واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا جاننے والا ہے، اس پر اس کے مخلوق کے حالات سے کوئی چیز مخفی نہیں، لہٰذا سے اس بات کی چنداں حاجت نہیں کہ کوئی اسے ان کے حالات بتلائے۔

اللہ کے پاس شفاعت کی حقیقت یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ مخلص لوگوں پر عنایت فرماتے ہوئے انہیں اس شخص کی دعا کی وجہ سے معاف فرمادیتا اور بخش دیتا ہے جس کو اس نے از راہِ تکریم شفاعت کی اجازت عطا فرمائی ہوتی ہے۔

ساتواں شبہ:

یہ شبہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اولیاء وصالحین کا اللہ تعالیٰ کے ہاں خاص مقام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَياةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ﴾

''یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (برائیوں سے) پرہیز رکھتے ہیں۔ ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔'' (یونس:٦٢-٦٤)

اور ان کی محبت وتعظیم میں یہ بات شامل ہے کہ ان کے ساتھ رابطہ رکھا جائے، ان کے آثار سے تبرک حاصل کیا جائے اور ان کے طفیل اور ان کے حق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ سب مومن لوگ اولیاء اللہ ہیں،البتہ اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کے بقدر ان کی ولایت کے درجات ایک دوسرے سے مختلف ہیں- لیکن کسی معین شخص کے بارے میں قطعی طور پر یہ کہنا کہ وہ اللہ کا ولی ہے اس کے لیے کتاب وسنت سے دلیل کا ہونا ضروری ہے-لہٰذا جس کی ولایت کی شہادت کتاب وسنت دیں ہم بھی اس کی ولایت کی شہادت دیتے ہیں۔ اور جس کی شہادت کتاب وسنت نہ دیں تو ہم حتمی طور پر اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے، البتہ مومن کے لئے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

حتی کہ جن لوگوں کے بارے میں کتاب وسنت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہیں ان کے بارے میں بھی غلو کرنا، ان سے تبرک حاصل کرنااور ان کے طفیل اور حق کے ساتھ اللہ سے سوال کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ سب باتیں شرک کے وسائل اور بدعات محرمہ میں سے ہیں۔ ہم نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور اچھے اعمال اور بھلی عادات میں ان کی پیروی کرتے ہیں، لیکن ان کے بارے میں

غلو کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو ان کے مقام ومرتبہ سے اونچا کرتے ہیں۔ کیونکہ شرک کی ابتدا نیک لوگوں کے بارے میں غلو سے ہی ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ہوا جب کہ انہوں نے نیک لوگوں کے بارے میں غلو کیا، پھر یہی غلو یہاں تک پہنچا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کی، نیز اسی طرح اس امت میں نیک لوگوں کے بارے میں غلو کی وجہ سے " شرک فی العبادۃ"(عبادت میں شرک) شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کریم ﷺ نے غلو سے باز رہنے کی تلقین کی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا:

﴿قُلْ يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَاتَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾

''کہہ دیجئے اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے مت بڑھو۔'' (المائدۃ: ۷۷)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میری تعریف میں اس طرح حد سے تجاوز نہ کرو جس طرح

نصاریٰ نے مریم کے بیٹے (حضرت عیسی علیہ السلام) کی تعریف کرتے ہوئے حد سے تجاوز کیا۔ درحقیقت میں تو اس کا بندہ ہوں، لہٰذا تم (مجھے) "اللہ کا بندہ اور اس کا رسول" کہو۔''
(صحیح البخاری (طبع شدہ مع فتح الباری:۶/۴۷۸)

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم کسی ولی وغیرہ کے واسطہ کے بغیر تنہا اسی سے دعا کریں اوراس نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ہماری دعا کوقبول کرے گا اور یقیناً وہ وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

''اورتمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری فریاد سنوں گا۔''(غافر:۶۰)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ

اِذَا دَعَانِ﴾

''اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو (کہہ دیجئے) بے شک میں قریب ہوں جب مجھ سے دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو اس کی پکار کو سنتا ہوں۔'' (البقرۃ:١٨٦)

نیز فرمایا:

﴿ادْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً﴾

''اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چپکے چپکے پکارو۔'' (الاعراف: ۵۵)

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

''اسی کو پکارو خالص اس کی بندگی کر کے۔'' (غافر: ٦٥)

اس طرح تمام آیات میں بنا کسی کے واسطے کے براہِ راست اسی سے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اولیاء وصالحین تو خود اللہ تعالیٰ کے محتاج اور دست نگر بندے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾

''یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی قربت تلاش کرتے ہیں کہ کون اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (الاسراء: ۵۷)

عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ: مشرک لوگ کہا کرتے تھے: ہم فرشتوں اور مسیح وعزیر کی عبادت کرتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ﴾

یعنی یہ فرشتے جن کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لیے کوشاں ہیں وہ اللہ کی رحمت پانے کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں، اور جس کی خود یہ کیفیت

ہو اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پکارا نہیں جاسکتا۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۴۶)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت عام ہے اور ہر اس شخص کو شامل ہے جس کا معبود خود اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا ہو، خواہ وہ فرشتوں سے ہو یا جنوں سے یا انسانوں سے۔ اس لیے اس آیت میں ہر اس شخص کے لیے خطاب ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارا اور وہ پکارا جانے والا خود تقرب الٰہی چاہنے والا ہو، رحمت الٰہی کا امیدوار ہو اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہو۔ لہٰذا جس نے بھی کسی میت سے یا انبیاء وصالحین میں سے غیر موجود شخص سے دعا کی، خواہ وہ لفظ استغاثہ سے ہو یا کسی اور لفظ سے اس پر یہ آیت منطبق ہوگی۔ جس طرح کہ فرشتوں اور جنوں سے دعا کرنے والے شخص پر منطبق ہوتی ہے۔ (مجموع فتاوی شیخ الاسلام: ۱۱/۵۲۹ و ۱۵/۲۲۶)

آٹھواں شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک شبہ کی بنیاد مندرجہ ذیل دو آیات

سے استدلال پر ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔'' (المائدۃ:۳۵)

دوسری آیت:

﴿اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ﴾

''یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کرتے ہیں کہ کون اللہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔'' (الاسراء: ۵۷)

انہوں نے ان دو آیات سے یہ سمجھا کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان انبیاء وصالحین کو واسطہ بنا کر ان کی شخصیتوں، ان کے حقوق اور مقام و مرتبہ کا وسیلہ پکڑنا جائز اور درست ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں وسیلہ سے مراد

وہ کچھ نہیں جو یہ سمجھتے ہیں بلکہ اس سے مراد نیک اعمال کے ذریعہ اللہ کی قربت حاصل کرنا ہے ۔لہٰذا توسل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جائز توسل اور دوسرا ناجائز۔ جائز توسل کے کئی اقسام ہیں انہی میں سے مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

①- اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے اس کے یہاں وسیلہ پکڑنا:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں،سو انہی کے ساتھ اللہ سے دعا کرو۔'' (الاعراف:١٨٠)

مثال کے طور پر مسلمان یہ کہے: يَا اَللّٰهُ : (اے اللہ) يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ: (اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے) يَا حَنَّانُ (اے شفقت فرمانے والے) يَا مَنَّانُ (اے احسان فرمانے والے) يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ (اے جلالت

واکرام والے) میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں۔

②- فقر وحاجت کا اظہار کرکے اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ پکڑنا:

جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا:

﴿أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

''مجھے بیماری پہنچی ہے اورتو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے۔'' (الانبیاء: ۸۳)

اور جیسا کہ زکریا علیہ السلام نے کہا:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّی وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّی وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيّاً﴾

(زکریا علیہ السلام نے) کہا: اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور (بڑھاپے کی) سفیدی سے سر چمکنے لگا اور میں تجھ کو پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔ (مریم: ۴)

اور جیسا کہ حضرت ذوالنون علیہ السلام (یونس علیہ السلام) نے کہا:

﴿ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''نہیں کوئی معبود مگر تو۔ تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔'' (الانبیاء: ۸۷)

③- **اللہ کے ہاں نیک اعمال کا وسیلہ پکڑنا:** جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں آیا ہے:

﴿رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیاً یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا﴾

''اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی سنی جو ایمان کی طرف پکارتا ہے (کہتا ہے) اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے۔'' (آل عمران: ۱۹۳)

اور جیسا کہ ان تین اشخاص کے قصہ میں آیا ہے جن کے غار کے منہ پر ایک بھاری پتھر آ پڑا اور نکلنے کا راستہ بند ہوگیا، چنانچہ انہوں نے

اپنے نیک اعمال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبت دور کردی۔ اور یہی وہ وسیلہ ہے جس کا ذکر ان دونوں آیات میں ہے جن سے مخالف نے دلیل پکڑی ہے۔(مذکورہ آیات میں) وسیلہ سے مراد نیک اعمال کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

④- نیک لوگوں کی دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ پکڑنا:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی زندہ نیک شخص کے پاس جائے او راس سے کہے کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے، جس طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا:

اے میرے چھوٹے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔ (سنن ابوداود، باب الدعاء، حدیث نمبر۱۴۹۸۔الترمذی: باب الدعوات،حدیث نمبر۳۵۵۲)

اور جیسا کہ صحابہ رسول کریم ﷺ سے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کیا کرتے تھے، اسی طرح وہ آپس میں ایک دوسرے سے بھی اللہ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔

ناجائز توسل:

ناجائز توسل یہ ہے کہ مخلوق میں کسی کی ذات ، یاحق، یا عظمت وشان کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا جیسا کہ کوئی کہنے والا یہ کہے: میں فلاں کے واسطہ سے، یا اس کے حق ، یا اس کی عظمت وشان کے واسطہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، قطع نظر اس سے کہ جس کے واسطہ سے سوال کیا جارہا ہے وہ زندہ ہے یا مردہ۔

اس طرح سوال کرنا بدعت، حرام اور شرک کے وسیلوں میں سے ایک وسیلہ ہے۔

اور اگر سوال کرنے والا کسی قسم کی عبادت کے ذریعہ اس شخص کا تقرب حاصل کرے جس کا وسیلہ پکڑ رہا ہے تو یہ شرک اکبر ہے (نعوذ بـالله من ذلك) جیسا کہ کسی ولی کے لیے ذبح کرے، یا اس کی قبر کے لیے نذر مانے، یا اس کو پکارے اور اس سے مدد طلب کرے یا اسی طرح کے اور اعمال کرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائے، انہیں ان کے دشمنوں کے خلاف

فتح ونصرت عطافرمائے اور ان کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت دے۔

نواں شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک ان کا بعض ایسی احادیث سے استدلال کرنا ہے جن کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ وہ ان کے لیے حجت ہیں۔ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع الترمذی میں اپنی سند کے ساتھ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے عافیت دے ۔آپ ﷺ نے فرمایا: " اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لیے دعا کروں او راگر تو چاہے تو صبر کر، اور صبر کرنا تیرے لیے بہتر ہے"

اس نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔آپ ﷺ نے اس کو اچھی طرح وضو کرنے اور ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیُ اَسْاَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیُ تَوَجَّهْتُ بِهٖ اِلٰی رَبِّیُ فِیْ حَاجَتِیُ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ))

''اے اللہ ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ کے ساتھ جو کہ نبی رحمت ہیں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، میں اپنی اس حاجت کے پورا کروانے کی غرض سے ان کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں ، اے اللہ ! ان کی میرے بارے میں شفاعت کو قبول فرما۔''

امام ترمذی فرماتے ہیں : یہ حدیث حسن ، صحیح غریب ہے۔ ہم اس کو ابوجعفر کی روایت سے جانتے ہیں اور یہ ابوجعفر الخطمی نہیں ہیں۔
(سنن الترمذی: کتاب الدعوات، حدیث ۳۵۷۳)

ان کا کہنا ہے کہ: اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے سوال کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ان کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اس نابینا شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اس کے لیے دعا فرمادیں، اور پھر وہ دعا کے ساتھ آپ کی موجودگی میں اللہ کی طرف متوجہ ہوااور ایسا کرنا جائز ہے- کہ تم کسی نیک زندہ شخص کے پاس جاؤ اور اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے- اس حدیث سے یہ بات بالکل ثابت نہیں ہوئی کہ مردوں اور غیر موجود لوگوں کا وسیلہ پکڑا جائے اور ان کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی جائے، رسول کریم ﷺ نے بھی تو اس نابینا کو یہی حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ وہ اس کے بارے میں اپنے نبی کی سفارش قبول فرمالے، چنانچہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت طلب کی گئی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے شفایابی کا سوال کیا گیا ہے۔اس حدیث سے اس سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اس میں قطعاً یہ بات نہیں کہ مخلوق میں سے کسی شخصیت کا وسیلہ پکڑنا

جائز ہے یا مردوں اور غیر حاضر لوگوں کو پکارنا درست ہے۔

اس کے علاوہ یہ لوگ ایک جھوٹی اور خود ساختہ حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " میری عظمت وشان کا وسیلہ پکڑو، کیونکہ میری عظمت وشان اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند ہے"۔

یہ حدیث جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے، جھوٹی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھا گیا ہے کہ آپ نے یہ بات فرمائی۔ (مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ:۱/۳۱۹،۳۴۶)

دسواں شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ کہانی قصوں اور خوابوں پر بھروسہ کرتے ہیں: مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کی قبر پر آیا اور اس کے ساتھ اِس اِس طرح پیش آیا، اور فلاں شخص نے خواب میں ایسے ایسے دیکھا، مثال کے طور پر وہ کہانی جسے ان کی ایک

جماعت نے بیان کیا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ:

العتبی نے کہا: میں نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک بدو آیا اور کہا:

اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو، میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيْماً﴾

''اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ کے پاس آ کر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہتا تو وہ اللہ کو بڑا معاف کرنے والا مہربان پاتے۔ (النساء:٦٤)

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہ کی معافی طلب کرتے ہوئے اور اپنے رب کی طرف آپ کی شفاعت چاہتے ہوئے آیا ہوں۔ پھر وہ (بدو) یہ اشعار پڑھنے لگا (جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے):

اے ان تمام سے بہتر جن کی ہڈیاں زمین میں دفن کی گئی ہیں اور اس کی ہڈیوں کی خوشبو کی وجہ سے چٹیل میدان اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے۔

میری جان اس قبر پر قربان ہوجائے جس میں آپ تشریف فرما ہیں، اس قبر میں پاکدامنی اور جود وسخا ہے۔

پھر بدو (یہ کہہ کر) چلا گیا، میری آنکھ لگ گئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے:

اے عتبی! بدو کے پاس جاؤ اور اسے یہ خوشخبری سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قصے کہانیاں اور خواب احکام وعقائد کے ثابت کرنے کے لئے دلیل نہیں بن سکتے۔

اور اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿جَـــآءُوكَ﴾ "کہ وہ آپ کے پاس آتے" سے مراد نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ان کے پاس آنا ہے نہ کہ ان کی قبر کے پاس آنا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرات صحابہ

اور تابعین میں سے کسی نے بھی آپ کی قبر کے پاس آکر یہ سوال نہ کیا کہ آپ ﷺ اس کے لیے گناہوں کی معافی طلب کریں، حالانکہ وہ لوگ خیر وبھلائی کے حصول اور دینی احکام کی پابندی کے انتہائی حریص تھے،اگر یہ مشروع کام ہوتا تو وہ ایسا ضرور کرتے۔

گیارہواں شبہ:

ان کے شبہات میں سے ایک ان کی یہ دلیل ہے کہ بعض قبروں وغیرہ کے پاس ان کی بعض حاجتیں پوری ہوگئیں۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں قبر پر حاضر ہوکر دعا کی،یا فلاں شخص یافلاں ولی کا نام پکارا تو اس کی مراد پوری ہوگئی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مشرک کی کسی حاجت کا پورا ہونا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ جس شرک کا وہ ارتکاب کررہا ہے وہ جائز اور درست ہے ، کیونکہ عین ممکن ہے کہ(اسی مقام پر) اس کی حاجت کا پورا ہونا تقدیر الٰہی سے ہو اور مشرک یہ سمجھ رہا ہو کہ یہ اس

شیخ یا ولی سے اس کے دعا کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی کسی مراد کے پورا ہونے میں اس کے لئے ڈھیل اور آزمائش ہو۔لہٰذا یہ غیراللہ سے دعا کرنے کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مشرکوں کے پاس اپنے مشرکانہ اعمال کو جائز ثابت کرنے کے لیے ایک بھی صحیح دلیل نہیں ہے، بلکہ ان کی کیفیت تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخَرَ لَابُرْهٰنَ لَهٗ بِهٖ﴾

''اور جوکوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں۔'' (المومنون: ۱۱۷)

شرک کسی برہان اور دلیل پر نہیں قائم ہے، جبکہ توحید کی بنیاد قطعی براہین اور واضح دلائل پر ہے:

﴿اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

''کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمان اور زمین کا بنانے

والا ہے۔'' (ابراہیم: آیت ۱۰)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشاً وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَاداً وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''اے لوگو! اپنے رب کی بندگی کرو جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لیے میوے نکالے۔ لہٰذا اللہ کا شریک مت مقرر کرو جب کہ تم (یہ سب کچھ) جانتے ہو۔'' (البقرۃ: ۲۱-۲۲)

بارہواں شبہ:

غالی صوفیوں اور ان کے مقلدین کا خیال ہے کہ شرک دنیا کی

طرف رجحان اور اس کی طلب میں مشغول ہونے کا نام ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی طرف سے اس شرک اکبر پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے جس کا وہ ارتکاب قبروں کی پوجا اور مشائخ کے بارے میں غلو کی صورت میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو جائز طریقہ سے طلب کرنے کا حکم دیا ہے، اور اگر دنیا طلب کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر مدد حاصل کرنا ہو تو یہ عبادت اور توحید ہے۔

خاتمہ:

شرک ظلم کی تمام اقسام میں سے سب سے سنگین قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔'' (لقمان:۱۳)

جس کی موت شرک پر ہوئی اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے

معافی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَایَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف فرما دیتا ہے۔'' (النساء:۴۸)

مشرک پر جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنۡ یُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِ الۡجَنَّةَ وَمَاۡوٰهُ النَّارُ﴾

''بے شک جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا نارِ جہنم ہے۔'' (المائدۃ:۷۲)

مشرک پلید ہے اس کا مسجد حرام میں داخلہ جائز نہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡمُشۡرِكُوۡنَ نَجَسٌ فَلَایَقۡرَبُوا الۡمَسۡجِدَ الۡحَرَامَ بَعۡدَ عَامِهِمۡ هٰذَا﴾

''اے ایمان والو! بے شک مشرک لوگ پلید ہیں، اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔''(التوبۃ:۲۸)

مشرک کا خون و مال مباح ہے:

﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ﴾

''جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، ان کو پکڑو، ان کو گھیرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں، نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کی راہ چھوڑ دو۔''(التوبۃ: ۵)

مشرک واضح طور پر سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اوراس نے شرک کرکے بہت بڑا بہتان باندھا ہے، وہ درحقیقت توحید کی بلندی سے

دور جا گرا:

﴿وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاۤءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ﴾

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے(تو اس کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندے اس کو اچک لیں یا آندھی اس کو کہیں دور پھینک دے۔'' (الحج: ۳۱)

مشرک سے نکاح کرنا جائز نہیں:

﴿وَلَا تَـنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ وَلَا تُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ﴾

'' مشرکہ عورتوں سے تب تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، مومنہ لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند ہو۔ مشرک مردوں سے تب تک نکاح نہ کرو

جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، مؤمن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے اگر چہ وہ تمہیں پسند ہو۔'' (البقرۃ:۲۲۱)

مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اس کی کوئی عبادت درست ہے:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾

''بے شک تمہاری طرف اور ان کی طرف جو تم سے پہلے تھے یہ وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرا عمل برباد ہوجائے گا اور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔'' (الزمر: ۶۵)

اور فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾

''اور اگر وہ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے یقیناً برباد ہو جاتا۔'' (الانعام:۸۸)

ہم اللہ تعالیٰ سے شک ، شرک، کفر، نفاق اور برے اخلاق سے پناہ طلب کرتے ہیں اور اس بات سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ مال، اہل اور اولاد میں بھی ایسی حالت پیدا ہو جائے جو بری ہو۔

اے اللہ! ہمیں حق کو حق سمجھنے اور اس کی پیروی کی توفیق دے، اور ہمیں باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

﴿ سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الۡمُرۡسَلِيۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴾

''پاک ہے آپ کا رب جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے (جو مشرک) بیان کرتے ہیں۔ (الصافات:۱۸۰-۱۸۲)

﴿سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾

''اس کی ذات پاک اور برتر ہے ان سب سے جنہیں یہ اللہ کے نزدیک شریک بتلاتے ہیں۔'' (النحل:۱)

﴿سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا كَبِيۡرًا﴾

''جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر، بہت دور اور بہت بلند ہے۔'' (الاسراء:۴۳)

وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ڈاکٹر صالح الفوزان

فہرست